از حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی

اسلامی قانونِ شہادت میں خواتین کا کردار

اسلام اور خواتین کی شہادت کے مسئلہ کو بعض لادینی عناصر اور کچھ ماڈرن خیال کے سکالروں نے نہایت بے دردی سے تختۂ مشق بنایا۔ منکرین حدیث، مغرب زدہ طبقہ اور ہمارے بعض فاضل وکلاء کے اخبارات وجرائد میں چھپنے والے ایسے مضامین میں اٹھائے گئے نکات اور غلط تاویلات کی فاضل نامہ نگار مولانا مفتی ولی حسن نے تحقیقی جائزہ لینے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ (س)

دعاوی کے سلسلہ میں اسلام کے قانون اور ضابطہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مدعی جب اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کرتا ہے تو قاضی سب سے پہلے شرائط قبول دعویٰ کی جانچ پڑتال کر کے یہ دیکھتا ہے کہ دعویٰ قبول کرنے کے لائق ہے یا نہیں۔ اگر "دعویٰ" "لائق قبول" ہوتا ہے تو قاضی سماعت کے لئے دعویٰ قبول کر لیتا ہے۔ تاریخ پیشی پر مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہوتے ہیں۔ مدعی دعویٰ پیش کرتا ہے۔ مدعا علیہ اگر اقرار کر لیتا ہے تو مدعی کا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے۔ مدعی علیہ کے انکار کی صورت میں مدعی سے ثبوت شرعی طلب کیا جاتا ہے۔

ثبوت شرعی کا سب سے موثر ذریعہ "شہادت" ہے۔ قرآن کریم نے "شہادت" کی بعض شرائط ـ گواہوں کی تعداد۔ دو مرد نہ ہونے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کو معیار ثبوت قرار دیا ہے۔ مدعی علیہ اگر گواہوں پر کوئی اعتراض نہ کرے یا گواہوں کی "عدالت" واضح ہو تو قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے۔ ورنہ قاضی گواہوں کا "تزکیہ" کراتا ہے۔ تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ قاضی ان کی "عدالت" "صلاح" کے بارے میں محلہ یا گاؤں کے معتبر اور قابل وثوق شخص سے ان کی شہرت، دینی حالت، مسجد میں نماز پڑھنے کی کیفیت، کبائر سے پرہیز اور سچائی کی عادت کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے۔ پھر ان معلومات کی روشنی میں مقدمہ کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر گواہ عادل اور صالح قرار پاتے ہیں تو مدعی اپنے دعویٰ میں کامیاب قرار پاتا ہے ورنہ دعویٰ خارج کر دیا جاتا ہے۔

شہادت کے چند مراحل ہیں "تحمل" یعنی واقعہ کے وقت موجود ہو، کسی امر کو دیکھنا یا سننا "حفظ" دیکھے ہوئے

یا سنے ہوئے امر کو یاد رکھنا۔ "ادآر" یعنی جیسے دیکھا تھا یا سنا تھا اسے بلاکم و کاست قاضی کے سامنے بیان کرنا۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے تو گواہوں کو یہ ہدایت کی۔

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (البقرہ پ۳) — گواہوں کو جب شہادت کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

یعنی اگر کوئی شخص یا چند اشخاص کسی معاملہ میں گواہ ہیں تو انہیں مدعی کے طلب کرنے پر یا بعض صورتوں میں قاضی کی طلب پر شہادت دینے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ پیشی کے وقت حاضر ہو جانا چاہیئے۔

دوسری ہدایت قرآن کریم کی طرف سے یہ ہے:۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (البقرہ پ۳) — شہادت کو مت چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو اس کا دل گناہ گار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔

یعنی گواہوں کو دوسری اہم تنبیہ یہ کی کہ جیسا دیکھا ہے یا سنا ہے اسے بلاکم و کاست بیان کر دینا چاہیئے۔ گواہی کو تبدیل کرنے یا اس کو چھپانے سے صرف زبان ہی گناہ گار نہیں ہوگی بلکہ دل جو سارے اعضا کا رئیس اور حیات ظاہری و باطنی کا محور و مرکز ہے گناہ آلود ہو جائے گا۔

دل کو گناہوں سے اس طرح بار بار آلودہ کرنا موت قلب کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ بندہ اگر توبہ کرے تو داغ مٹ جاتا ہے ورنہ وہ داغ پھیلتے پھیلتے دوسرے متواتر گناہوں سے مل کر موت قلب کا باعث ہو جاتا ہے۔" یہ فرما کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (مطففین پ۳۰) — یہ بات نہیں ہے بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے ان کے شامت اعمال کی وجہ سے۔

مجھے ڈر ہے اے دل زندہ کہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر گواہی کے اخفا یا تبدیل کرنے میں ایک دوسرا گناہ بھی ہے کہ صاحب حق یعنی مدعی کے حق کا ضیاع ہے جو پہلے گناہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اسلام کے نظام عدل کا ایک اہم مقصد احیاء حقوق ہے۔ یعنی ہر متنفس کی دادرسی۔ اور اس کے ضائع شدہ حقوق میں امداد و تعاون تاکہ حق حقدار کو پہنچے۔ اور غاصب خائب و خاسر ہو۔

قرآن کریم نے گواہوں کے بارے میں مزید ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے:۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ پ۳) — ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو

پسندیدہ گواہوں سے کون مراد ہیں۔ "سورہ الطلاق" کی آیت اس کی تشریح کرتی ہے۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

(سورہ الطلاق پ۲۸)

اور اپنے میں سے دو معتبر گواہ کر لیا کرو اور شہادت کو صحیح اور درست طریقہ پر گواہی کو ادا کرو اللہ کے واسطے۔ اس نصیحت کے مخاطب وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔

یہ آیت کریمہ "سورۃ البقرہ" کی آیت کی شرح کر رہی ہے۔ کہ پسندیدہ گواہ سے مراد عادل گواہ ہیں۔
دوسری ہدایت جو آیت کریمہ دیتی ہے کہ "شہادت" کو صحت اور سچائی سے ادا کیا کرو۔ تغیر و تبدل اور غلط طریقہ سے شہادت دینا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

(المائدہ پ۶)

اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کے لئے انصاف کے ساتھ کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے انصاف کو ہرگز مت چھوڑو۔ عدل و انصاف کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے شہادت دینے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ عدل و انصاف کے ساتھ شہادت کے علمبردار بننے کی تلقین کی گئی ہے۔ دشمنی اور عداوت کی صورت میں بھی عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔
آیات مبارکہ کے علاوہ جب احادیث کی طرف آتے ہیں تو کثرت سے اس باب میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ فقہاء کرام نے ان ہی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر "شہادت" کے مختلف درجات قائم کئے۔ اور احکام منضبط کئے ہیں۔

پہلا درجہ | "زنا اور بدکاری"۔ اس میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہوگی۔ عورتوں کی شہادت غیر معتبر ہے اس سلسلہ میں مردوں کی شہادت ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ — اور ان پر اپنوں میں سے چار گواہ بناؤ

(النساء پ۴)

سورۃ النور میں اس کی مزید وضاحت ہے۔

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ — یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے جب یہ لوگ اس پر

فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّھَدَاءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ (النور ۱۵)

چار گواہ نہ لا سکے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

یہاں "اربعۃ" سے چار مرد گواہ مراد ہیں عورتیں داخل نہیں کیونکہ عدد میں "مذکر" کے لئے "مؤنث" استعمال ہوتا ہے اور "مؤنث" کے لئے "مذکر"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خیر سے یہ طریقہ جاری ہوا کہ عورتوں کی شہادت حدود میں ناقابل قبول ہوگی۔ محدث کبیر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا حفص عن حجاج عن الزهری قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا تجوز شهادۃ النساء فی الحدود

امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت یہی ہے کہ عورتوں کی شہادت حدود میں جائز نہیں۔

اسی طرح محدث عبدالرزاق اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں۔

ان علی ابن ابی طالب قال لا تجوز شهادۃ النساء فی الحدود والدماء

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے

بحوالہ نصب الرایہ للزیلعی ص ۹،

امام شعبی، ابراہیم نخعی، حسن بصری، ضحاک رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کی شہادت حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے۔ ان تمام حضرات کے آثار و اقوال اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ امت کا تعامل اسی پر رہا کہ عورتوں کی شہادت حدود و قصاص میں جائز نہیں ہے۔ امام ابن شہاب زہری کے اثر میں حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جو تخصیص ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف ان دونوں حضرات کے نزدیک یہ حکم تھا بعد کے خلفاء اور علماء کے نزدیک یہ حکم نہیں تھا۔ حضرات شیخین کی تخصیص کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام ابن الہمام فرماتے ہیں۔

وتخصیص الخلیفتین یعنی ابابکر وعمر رضی اللہ عنهما لانهما اللذان کان معظم تقریر الشرع وطرق الاحکام فی زمانهما وبعدهما ماکان من غیرهما الا الاتباع (ایضاً)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے اہم احکام ان دونوں حضرات کے زمانہ میں تقریر پذیر ہوئے۔ اور اس کے بعد کے زمانہ میں صرف پیروی اور تقلید رہی۔

"اربعۃ منکم" چار مردوں کے بارے میں نص صریح ہے۔ قرآن حکیم جب سے نازل ہوا ہے سب نے اس سے یہی سمجھا ہے۔

لیکن اب منکرین حدیث کا ٹولہ جو درحقیقت منکر قرآن بھی ہے۔ قرآن کی اس آیت میں عورتوں کو داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حالاں کہ "منکم" کا صیغہ مردوں کے لئے حقیقت ہے اور عورتوں کے لئے مجاز ہے۔ حقیقت اصل ہے مجاز صرف اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقت شرعاً وعرفاً متعذر ہو۔ اور سورہ بقرہ کی آیت نے جب مالی معاملات میں عورتوں کی شہادت، دو مردوں کی شہادت نہ ہونے کی صورت میں قبول کرنے کا حکم دیا۔ تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہاں صرف حقیقت مراد ہے، مجاز مراد نہیں ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید کے بعض خطابات میں عورتیں مردوں کے تابع ہو کر داخل ہوتی ہیں۔ مگر صرف اس وقت جب آیت مطلق ہو اور دوسری جگہ اس کے خلاف قرینہ نہ ہو اور جب یہاں پر دوسری آیت عورتوں کی شہادت کو صرف مالی معاملات، نکاح اور طلاق کے معاملات تک محدود کر رہی ہے تو اس آیت میں عورتیں قطعاً داخل نہیں ہوں گی۔

یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ منکرین حدیث وفقہ کا یہ ٹولہ جو اجتہاد کا مدعی ہے نہ صرف ونحو، لغت اور اصول فقہ سے واقف ہے اور نہ اصول اجتہاد سے۔ ڈیڑھ سو سال تک انگریزوں کی حکومت کے زیر سایہ یہ حضرات اور ان کے والدین زندگی بسر کرتے رہے۔ انگریزی سکولوں۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فرنگی زدہ ماحول میں تعلیم حاصل کی۔ سرسید۔ پرویز، عمر احمد عثمانی کی خوشہ چینی کرتے رہے، حدیث رسول سے انکار ان کا شیوہ رہا۔ نہ اجماع امت اور اس کے مراتب کو جانا، نہ قیاس کے طرق اور اس کے ارکان سے واقفیت حاصل کی۔ نہ علت قیاس کی صلاحیت اور نہ عدالت کا عرفان حاصل کیا۔ ساری عمر انگریزی طرز کی عدالتوں کے چکر لگاتے رہے اور اب حضرات چلے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل۔ عائشہ۔ سعید بن المسیب۔ سعید بن جبیر، ابن شہاب زہری، قاضی شریح، عامر شعبی، ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل، صاحب ہدایہ سرخسی ابن الہمام، نووی، ابن قدامہ، رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقابلہ کرنے کے لئے اور اپنے خودساختہ اجتہادات سے قرآن کریم پر خامہ فرسائی کرنے کے لئے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

انگریز کا قانون اُن کے رگ وپے میں خون کی طرح گردش کر رہا ہے۔ دستور اور قانون کی تعبیرات کا حق تو ججوں کو دیتے ہیں۔ لیکن قرآن کی تعبیر وتشریح کا حق نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے ہیں نہ ان کے صحابہ کبار نہ تابعین عظام اور نہ ائمہ کرام کو۔ حالاں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوا ہے اور قرآن کریم کی تصریح کے مطابق قرآن کے مجملات کا بیان اور ان کی وضاحت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض منصبی ہے۔ صحابہ کرام جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاواسطہ تلمیذ اور آپ کے انفاس قدسیہ کو جذب کرنے والے، نزول قرآن کے مواقع کا مشاہدہ کرنے والے ان کے نزدیک قرآن مجید کی تشریح وتفسیر کے مستحق نہیں ہیں

اسی طرح تابعین وائمہ جنہوں نے علوم اسلامیہ و دینیہ میں اپنی عمریں فنا کر دیں، آزاد فضا میں غلامی اور اس کے آثار سے دور رہ کر قرآن و حدیث پر غور و فکر کر کے فقہ کے نام سے اس قدر بڑی علمی میراث چھوڑی، ان کے خیال میں اس علمی میراث (فقہ) کو در بابُرد کر کے شرائط اجتہاد کے بغیر علوم دینیہ و عربیہ سے عاری حضرات کی تحقیق انیق کو حرز جان بنایا جائے۔ یہ حضرات اب بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ قانون شہادت کا مسئلہ، قرآن و حدیث سے بیگانہ اور لارڈ میکالے کی قانونی موشگافیوں سے سرشار ججوں کی عدالتوں میں پیش کیا جائے جن کے مبلغ علم کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ کسی جھگڑے سے عائلی دعوے کا فیصلہ اسلامی قانون و ضابطہ کے مطابق ان کی عدالتوں سے نہیں ہوتا۔ کبھی صرف مدعیہ سے حلف نامہ لے کر فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ قضا علی الغائب کے قانون و ضابطہ سے ناواقف ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ عورت کو ایک حلف نامہ داخل کرنے پر خود مختاری دے دی جاتی ہے۔ ان کی عدالتوں میں سو پچاس گواہ ہیں جو ہر مقدمہ میں گواہ ہوتے ہیں جن کو بآسانی پیسوں سے خریدا جاتا ہے۔ وکیل کا دفتر جھوٹے مقدمات بنانے کی فیکٹری ہے۔ اسی لئے یہ لوگ گواہوں کے "تزکیہ" کے مخالف ہیں۔ کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ "تزکیہ" سے بہت حد تک حقیقی گواہ اور پیشہ ور گواہوں کے درمیان خط تمیز قائم ہو جائے گا۔

اوپر کی تصریحات اور قرآن مجید کی آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بدکاری کے مقدمہ میں چار گواہوں کی شرط اجتہادی مسئلہ نہیں بلکہ منصوص من القرآن ہے۔

ایک دلچسپ امر یہ بھی ہے کہ یہ حضرات عبارۃ النص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص اور اقتضاء النص کی تعریفات تک سے واقف نہیں ہیں۔ جو قرآن کو سمجھنے کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ حالاں کہ خود ان کے قانون کی تعبیر اور استنباط کے لئے اصول مقرر ہیں جس پر اب کتابیں بھی آ گئی ہیں۔

"سورۃ البقرہ" کی آیت کے "اشارۃ النص" سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورتوں کی شہادت اصل نہیں بلکہ بدل ہے۔ امام ابن الہمام فرماتے ہیں۔

ولان فیہ شبہۃ البدلیۃ ولذا لا تقبل فیہا الشہادۃ علی الشہادۃ وذالک لان قولہ تعالیٰ فان لم یکونا رجلین الایۃ ظاہرہ انہ لا تقبل شہادتہن الا عند عدم رجال یشہدون وقد روی عن بعض العلماء ذالک فاعتبر حقیقۃ البدلیۃ لکن لما لم یکن ذالک

کیونکہ اس میں بدلیت کا شبہ ہے اس لئے اس میں "شہادت علی الشہادۃ" قبول نہیں کی جاتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "اگر دو مرد نہ ہوں" الخ اس سے ظاہر یہی ہے کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے نہ ہونے کی صورت میں قبول کی جائے گی۔ اور یہ امر بعض علماء سے مروی ہے اس لئے حقیقت بدلیت کا اعتبار کیا گیا البتہ چونکہ یہ بات اہل اجماع کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے (یعنی

معمولاً بہٖ عند اھل الاجماع نزلت الی شبھۃ البدلیۃ و الشبھۃ کالحقیقۃ فیما یندرئ بالشبھات

(فتح القدیر ج ٦ ص ٦)

چاہئے تو یہ تھا کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے ہوتے ہوئے بالکل قبول نہ کی جاتی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ مرد کے ساتھ عورتوں کی شہادت قبول ہوتی ہے) تو اس کو شبہ بدلیت قرار دیا گیا اس بنا پر جن مقدمات میں شبہ کا فائدہ دیا جاتا ہے ان میں عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اس قسم کے مقدمات میں شبہ بھی حقیقت کی طرح عمل کرتا ہے۔

بات یہ ہے کہ دو قسم کے مقدمات ہیں ایک وہ قسم جن میں شبہ کا فائدہ دیا جاتا ہے جیسے حدود و قصاص کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ "حدود و قصاص میں شبہ کا فائدہ دو" اس لئے ان میں شبہ بدلیت کی بنا پر عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔ دوسری قسم وہ مقدمات جو باوجود شبہات کے ثابت ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نکاح، طلاق، مالی مقدمات وغیرہ۔ ان میں عورتوں کی شہادت قبول ہو جاتی ہے۔ ان میں شبہ کا فائدہ دینے کا حکم نہیں ہے۔ اس فقہی دقیقہ سنجی کو نہ سطحی ذہن قبول کرتا ہے اور نہ اس کی بلندیوں کا علوم عربیہ و دینیہ سے عاری ذہن ادراک کرسکتا ہے۔

عبدالقادر عودہ نے بالکل صحیح لکھا ہے۔

" رومن لا جب بلند ہوتا ہے تو فقہا کے معمولی مسئلہ کے برابر بھی نہیں ہوتا اور جب فقہ اپنی بلندیوں پر پہنچ کر بام عروج کے دائرہ میں داخل ہوتی ہے تو قانون کے خوگر اُس کے ادراک سے عاجز ہو جاتے ہیں" فَرَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اَنْصَفَ۔

دوسرا درجہ | دوسرا درجہ شہادت کا بدکاری کے علاوہ دوسرے حدود و قصاص ہیں ان میں بھی عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی اس کی وجوہات پچھلی سطور میں بیان کی جا چکی ہیں۔

تیسرا درجہ | تیسرا درجہ نکاح، طلاق کے مقدمات اور دوسرے مالی مقدمات ہیں کہ ان میں عورتوں کی شہادت اس طرح قبول کی جاتی ہے کہ ایک مرد کے ساتھ دو عورتیں ہوں۔ اس سلسلہ میں "سورہ البقرہ" کی آیت نص صریح ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک، نکاح و طلاق کے مقدمات میں بھی عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دلیل دی ہے۔

نقصان عقل، اختلال ضبط، قصور ولایت۔ اس کے جواب میں صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ ان میں مشاہدہ، ضبط، ادا۔ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے نکاح، طلاق وغیرہ میں ان کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے۔ ہدایہ کی اسی دلیل کو عمر احمد عثمانی نے "فقہ القرآن" میں بلا حوالہ نقل کیا ہے۔ ایم۔ آر۔ ڈی والوں کا پہلا بیان

جو اخبار میں شائع ہوا تھا اس میں "فقہ القرآن" سے ہی نقل کیا گیا تھا لیکن یہ خیانت کی کہ ہدایہ کی پوری دلیل نقل نہیں کی۔ ہدایہ میں تو یہ بھی مذکور ہے۔

ونقصان الضبط بزيادة النسيان انجبر بضم الاخرى فلم يبق بعد ذالك الا الشبهة فلهذا لا تقبل فيما يندرئ بالشبهات وهذه الحقوق تثبت مع الشبهات

(ہدایہ ج ۳ ص ۱۵۵)

زیادہ بھولنے کی وجہ سے جو ضبط کی کمی تھی وہ دوسری عورت کے ملانے سے پوری ہو گئی اب اس کے بعد صرف شبہ باقی رہ گیا اسی لئے عورتوں کی شہادت شبہ کا فائدہ دیے جانے والے مقدمات میں قبول نہیں ہوتی۔ نکاح، طلاق وغیرہ ایسے معاملات ہیں جن میں شبہ کا فائدہ نہیں دیا جاتا۔

"سورہ البقرہ" کی آیت کریمہ نص قطعی ہے۔ تعجب ہے کہ اس آیت قرآن کا انکار کرکے اور اس میں غلط تاویل کرکے کس طرح ایک شخص ایمان بالقرآن کا دعویٰ کر سکتا ہے بخصوصاً اس وقت جب کہ جمہور امت کا اس پر اتفاق و اجماع بھی ہو اور اسلام کے ہر دور میں اس پر تعامل و توارث بھی ہو۔

پہلے آیت کریمہ کو سامنے رکھئے۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ (سورۃ بقرہ پ ۳)

اور گواہ کرو دو مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جو پسندیدہ ہوں کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے۔

امام ابوبکر جصاص رازی نے اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نقل نہیں کیا بلکہ اتفاق نقل کیا ہے، "تذکیہ شہود" پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اسے قرآن کریم کی آیات سے ثابت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو احکام القرآن جلد ا ص ۵۰۶)

شیخ ابوبکر ابن العربی نے اس آیت پر بڑی عمدہ بحث کی ہے انہوں نے بھی کوئی اختلاف نقل نہیں کیا بلکہ بعض اشکالات کے جوابات بھی دئیے۔

ایک اشکال یہ ہو سکتا تھا کہ ایک ہی عورت پر اکتفا کیا جانا چاہئے کیونکہ بھولنے کی صورت میں اس کے ساتھ جو مرد ہے وہ اسے یاد دلا دیتا۔ اس کا جواب انہی کے الفاظ میں سنئے۔

فالجواب فيه ان الله سبحانه شرع ما اراد وهو اعلم بالحكمة واوفى بالمصلحة

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے شریعت نازل کرتا ہے مخلوق حکمت کے وجوہ اور احکام کی

و لیس یلزمهم ان یعلم الخلق وجود الحکمة و انواع المصالح فی الاحکام وقد اشار علمائنا انه لو ذکرها اذا نسیت لکانت شهادة واحدة فاذا کانت امرأتین و ذکرت احداهما کانت شهادتهما شهادة رجل واحد کالرجل یستذکر فی نفسه فیتذکر۔

(احکام القرآن ابن عربی ج ۱ ص ۲۵۵)

مصلحتیں نہیں جانتی۔ ہمارے علما نے اشارہ کیا ہے کہ ایک عورت کی صورت میں اگر مرد یاد دلائے تو عورت کی شہادت معتبر نہیں ہوگی یہ ایک مرد کی شہادت ہی شمار ہوگی۔ جب دو عورتوں کی صورت میں ایک دوسری کو یاد دلائے تب دونوں کی شہادت ایک مرد کی طرح معتبر ہوگی جیسے ایک شخص اپنے دل میں شہادت کو یاد کرے اور شہادت یاد آجائے۔

"مسئلہ السابعۃ وعشرون" کے عنوان سے ایک اور نفیس بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

آیت کریمہ میں لفظ "احداھما" کو مکرر کیوں کیا۔ "ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری" فرما دیتے۔ اس کا جواب دیا اگر ایسا ہوتا تو صرف ایک عورت کی شہادت ہوتی۔ اسی طرح "فتذکرھا الاخری" تو بیان ایک ہی طرف سے ہوتا کیونکہ یاد رکھنے والی کو یاد دلا دیتی۔ "احداھما" کے تکرار سے یہ فائدہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کو بتائیں۔ شہادت کے کچھ حصہ کو ایک یاد دلائے اور کچھ حصہ دوسری یاد دلائے یعنی دونوں ایک دوسرے کو یاد دلائیں۔

مطلب یہ ہے کہ دونوں عورتیں مل کر ایک مرد کے برابر ہوں گی ایسا نہیں ہے کہ ایک عورت اصل ہو اور دوسری عورت تابع و مہمل ہو جس طرح یہ حضرات سمجھ رہے ہیں۔

امام شافعیؒ کی والدہ کا واقعہ جس کو ایک صاحب نے اپنے انٹرویو میں نقل کیا ہے وہ اسی کا مؤید ہے کہ قاضی نے امام شافعیؒ کی والدہ کو الگ بیان لینے کے لئے بلایا لیکن موصوفہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی ساتھی عورت کو ساتھ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے میں بیان دیتے وقت اسے ساتھ رکھوں گی۔ آپ کو میرا یہ حق سلب کرنے کا حق نہیں ہے۔

الٰہی صاحب نے اپنے انٹرویو میں یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے حالاں کہ یہ مسئلہ "قطعی الثبوت" اور "قطعی الدلالت" ہے اور اس قسم کے مسائل میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی جلد ۱۳ ص ۶۲ پر ہے۔

و اتفقوا علی قبول شهادة النساء مع الرجال فی الاموال اخذاً من هذه الاية

تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے ساتھ مالی مقدمات میں اس آیت کی وجہ سے قبول کی جائے گی۔

انٹرویو محولہ بالا میں یہ بھی تاثر دیا گیا ہے کہ عورتوں کی شہادت کا مسئلہ شروع میں بھی مختلف فیہ رہا ہے اس سلسلہ میں "مصنف عبدالرزاق" کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۲۹ پر ایک باب ملتا ہے

"باب هل تجوز شهادة النساء مع الرجال في الحدود وغيره"
پورے باب کے پڑھنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ تنہا عورتوں کی گواہی مرد کے بغیر عام مقدمات میں قبول نہیں کی جائے گی۔ نکاح، طلاق، عتق اس قسم کے مسائل میں عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ دوسرے اقوال اس قسم کے بھی ملتے ہیں۔ کہ طلاق میں قبول نہیں کی جائے گی۔
حدود اور زنا کے بارے میں ایک دو شاذ قول ملتے ہیں۔ ایک قول کے بعد "نو" یا "یا منہ" (یہ صرف ان کی رائے ہے) کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ تنہا عورتوں کی شہادت کے بارے میں کوئی شاذ قول بھی نہیں ہے۔ بلکہ مصحح اور صاحب تعلیق کی طرف سے ابن حجر عسقلانی کا یہ قول بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔

عن ابن المنذر اجمع العلماء على القول بظاهر هذه الآية۔ فاجازوا شهادة النساء مع الرجال وخص الجمهور ذالك بالديون والاموال وقالوا لا تجوز شهادتهن في الحدود والقصاص واختلفوا في النكاح والطلاق والنسب والولاء فمنعها الجمهور واجازه الكوفيون (الفتح ۵ ص ۲۶۸ بحوالہ حاشیہ مصنف عبدالرزاق ۸-۳۲۹)	ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے سب نے اتفاق کیا ہے۔ کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے ساتھ جائز ہے۔ جمہور اسے دیون اور اموال کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ اسی طرح سب کا اتفاق ہے۔ کہ عورتوں کی شہادت حدود و قصاص میں جائز نہیں ہے۔ نکاح، طلاق، نسب، ولاء وغیرہ میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔ مگر کوفیوں کے نزدیک جائز ہے۔

انٹرویو نگار نے یہ بھی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ "اخبار القضاة" میں قاضی شریح کے تذکرہ میں تحریر ہے کہ موصوف نے تنہا عورت کی گواہی قبول کی۔ یہ بات بھی غلط ہے۔
کتاب مذکور ص ۲۳۸ جلد ۲ پر مشہور تابعی مسروق اور شریح کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ دونوں تنہا عورتوں کی شہادت، بچہ کی پیدائش کے وقت اس کی زندگی و موت کے متعلق قبول کرتے تھے۔ اور ان کی یہ شہادت جائز قرار دیتے تھے۔ یہ شہادت، کا چوتھا درجہ ہے جس میں عورتوں کی تنہا شہادت قبول کی جاتی ہے۔
دوسرا مسئلہ شاید یہ ہو۔

عن محمد ان رجلين اختصما الى شريح وادعيا شهادة امراة ورضيا بقولها وارسل اليها وجئ بها فسالها فقضى بينهما بقولها اخبار القضاة ج ۲ ص ۳۵۹	دو شخصوں نے شریح کے ہاں دعوی دائر کیا اور دونوں نے ایک عورت کی شہادت کا دعوی کیا دونوں نے اس پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ عورت کو بلایا گیا اس کا بیان لیا گیا اور اس کے بیان پر فیصلہ کیا گیا۔

یہ دعویٰ کی صورت ہی نہیں بلکہ تحکیم کی صورت ہے۔ دوسرے یہ کہ مدعی اور مدعی علیہ اس کے بیان پر متفق تھے۔ یہ نزاعی مقدمہ کا واقعہ ہی نہیں ہے۔ اگر مدعی علیہ انکار کرتا پھر عورت کی شہادت پر فیصلہ کیا جاتا تب تو کچھ دلیل بنتی۔

__چوتھا درجہ__ شہادت کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات کے متعلق کوئی امر ہو تو اس میں تنہا عورت کی شہادت قبول کی جاتی ہے اس کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔

اصل میں شہادت کا مسئلہ امت میں متفقہ مسئلہ تھا جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ سب سے پہلے منکرِ قرآن و حدیث غلام احمد پرویز نے "مطالب الفرقان" میں اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کی۔ اس کے خوشہ چین "عمر احمد عثمانی" نے "فقہ القرآن" میں اس پر بحث کی۔ حالاں کہ عمر احمد عثمانی اپنے والد ماجد کی زندگی میں غلام احمد پرویز سے ظاہری علیحدگی کر چکے تھے لیکن

تشابہت قلوبہم بخلاف

کے مصداق تھے۔ "فقہ القرآن" میں اس شخص نے قربانی کا انکار کیا۔ طلاق رجعی کا انکار کیا۔ نابالغ کے نکاح کو ناجائز قرار دیا۔ کھانے پینے سے اگر کوئی قصداً روزہ توڑ دے تو ان کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ طلوعِ فجر کے بعد تک اگر کوئی کھاتا پیتا رہے تو اس کے باوجود اس کا روزہ ہو جائے گا۔ حج کے موقع پر انگریزی بال حلق و قصر کے قائم مقام ہیں۔ عورتوں پر جمعہ کی نماز (جناب عمر احمد عثمانی کی اقتدا میں فرض ہے) عیدین کی نماز کا بھی یہی حکم ہے۔ تعدد ازواج کا منکر ہے۔ عورت تمام امور میں قاضی بن سکتی ہے۔ پردہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے جمعہ کی تعطیل قرآن کے منافی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اب ہم عمر احمد کے والد ماجد جن کے نام یہ کتاب معنون کی گئی ہے کی اعلاء السنن سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

ثم قوله تعالىٰ فان لم يكونا رجلين فرجل و امراتان يدل على ان المرئتين مثل رجل واحد فى الشهادة وما ينبغى ان يقبل فيه شهادة الرجل ينبغى ان يقبل فيه شهادة المرئتين الا انه خص منه الحدود و القصاص بالاجماع لان فيه شبهة البدلية والحدود والقصاص يؤثر فيه الشبهة فلا يقبل شهادتهن فيها بخلاف غير الحدود القصاص لانه لا

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں" اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دو عورتیں شہادت میں ایک مرد کے برابر ہیں تو جن معاملات میں ایک مرد کی گواہی قبول ہوتی ہے ان میں دو عورتوں کی گواہی قبول ہونی چاہیئے مگر اس قانون سے بالاجماع حدود و قصاص مستثنیٰ ہیں کیونکہ اس میں شبہ بدلیت ہے اور چونکہ حدود و قصاص میں شبہ اثر کرتا ہے اس لیے ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی بخلاف حدود و قصاص کے علاوہ دیگر معاملات کے ان میں

يؤثر فيه الشبهة فتقبل فيه شهادتهن ص ۱۷۳ جلد ۱۵

چونکہ شبہ اثر نہیں کرتا اس لئے ان معاملات میں ان کی گواہی کرلی جائے گی۔

یہ حضرات حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی روایات واخبار سے استدلال کرتے ہیں یہ خبر و شہادت میں فرق نہیں سمجھتے۔ شہادت اور خبر میں فرق سمجھنے کے لئے یہ حضرات تدریب الراوی ج ا ص ۳۳۲ من الامور المهمة تحرير الفرق بين الرواية والشهادة الخ دیکھ لیں تو بہتر ہوگا۔ باقی ایسی صورتوں میں جن میں صرف عورتیں شہادت دینے والی ہوں اگر وہ اتنی کثیر عورتیں ہوں جو تواتر کی حد تک پہنچ جائیں تو قاضی خبر متواتر پر فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح قرائن قویہ پر فیصلے کے احکام "معین الحکام" ص ۱۱۰ سے ۱۱۱ پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایم آر ڈی والوں نے عورتوں سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے اور موجودہ حکومت سے اپنی جنگ جاری رکھنے کے لئے بیان دیا تھا۔ اس کا جواب جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے علماء کی طرف سے بروقت دے دیا گیا تھا اور اس میں مراتب الاجماع لابن حزم اندلسی کے حوالے سے بھی لکھا گیا تھا کہ یہ مسئلہ نص قطعی سے ثابت ہے اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور یہ ان اجماعی مسائل میں سے ہے جن کا منکر کافر ہے۔ اب اس مسئلہ پر وکلاء اور جج صاحبان خامہ فرسائی کرتے ہیں وہ صرف اس لئے ہے کہ شروع سے وکلاء اور جج صاحبان اسلامی قانون اور اس کے نفاذ کے مخالف بلکہ مدمقابل رہے ہیں اور یہ مسئلہ تحقیق انیق کا مسئلہ نہیں بلکہ شکم کا مسئلہ ہے۔

آخر میں ہم ان حضرات کی بصیرت کے لئے جن کی امید نہیں ہے امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اکفار الملحدین سے چند سطور نقل کرتے ہیں۔

وقع الاجماع من علماء الدين على تكفير كل من دافع نص الكتاب اي منع ونازع فيما جاء صريحا في القرآن كبعض الباطنية الذين يدعون لها معان اخر غير ظاهرها (ص ۵۹)

علماء دین کا اجماع ہے ایسے شخص کی تکفیر پر جو کتاب اللہ کی نص صریح کا انکار کرے جو قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اس کو نہ ماننا یا اس میں اختلاف کرنا قرآن کریم کے انکار کے مترادف ہے جیسے بعض باطنیہ جو قرآن کے ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرے معنی لیتے ہیں۔

جدید مرتب کردہ قانون شہادت دستور کے عین مطابق ہے کیونکہ دستور میں قرآن وسنت کو ماخذ قانون قرار دیا گیا ہے۔ دستور کے مطابق منکرین قرآن وسنت کو اس سلسلہ میں گفتگو کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پہلے وہ اپنا عقیدہ قرآن وسنت کے بارے میں درست کریں۔ توبہ کے بعد تجدید ایمان کریں تاکہ دستور کے مطابق وہ اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کے اہل ہوں پھر گفتگو کریں۔ ورنہ انہیں کسی بھی دینی مسئلہ میں دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ چند سطور ہم نے اس لئے لکھ دی ہیں کہ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔ واللہ یقول الحق وهو يهدي السبيل